ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

تجزیاتی مطالعہ نثر بے نظیر از میر بہادر علی حسینی مرتب: تنویر غلام حسین

Analytical Study of Prose Benazir by Mir Bahadur Ali Hussaini Compiler: Tanveer Ghulam Hussain

عفیفہ ارشاد

پی۔ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

afifahasnain@gmail.com

ڈاکٹر عائشہ مقصود

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو

لاہور لیڈز یونیورسٹی لاہور

Dr.ayesha.maqsood1@gmail.com

شیریں رزاق

پی۔ایچ ڈی اسکالر شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Afifa Irshad

Scholar Ph.D GCU, Lahore

afifahasnain@gmail.com

Dr Ayesha Maqsood

Assisstant ProfessorDepartment Of Urdu

Lahore Leads University Lahore

Dr.ayesha.maqsood1@gmail.com

Shireen Razak

Ph.D. Scholar

Government College University, Lahore

ABSTRACT:

This article is a comparative analysis of " Nasr-e-Banezir" by Meer Bahudar Ali Husani, edited by Ms. Tanveer Ghulam Hussain. This article throws light on the life and literary work of Meer Bahudar Ali Husani. " Nasr-e-Banezir" have great importance due to its story and language Ms. Tanveer Ghulam Hussain used two transcripts to determine "Assasi Nuskha" .The difference in two manuscripts is written in References.

Key Words: *Nasr-e-Banezir , Comparative study, Linguistic study,*

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اس مقالے میں محترمہ تنویر غلام حسین کی مدون کتاب ''نثرِ بے نظیر'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے تنویر غلام حسین مشہور نقاد، ماہر اقبالیات، غالب شناس، محقق اور مورخ پروفیسر غلام حسین ذوالفقار کی ہونہار بیٹی ہیں۔ وہ اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں استاد شعبہ ہندی کی حیثیت سے اپنی فرائض انجام دیتی رہی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں ''ترکی میں اردو''، ''ہندی کہانیاں'' اور ''نثرِ بے نظیر'' کی تدوین شامل ہے۔ نثرِ بے نظیر تنویر صاحبہ کی تدوینی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ ان کا ایم۔ اے اردو کی سطح پر لکھا گیا مقالہ ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے موضوع کے انتخاب سے لے کر مقالے کی تکمیل تک کے تمام دشوار گزار مراحل کو بڑی خندہ پیشانی اور صبر سے طے کیا۔ بعدازاں یہ مقالہ کتابی شکل میں سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور نے 2016 میں شایع کیا۔ شعبہ اردو اورینٹل کالج، لاہور کے پروفیسر ڈاکٹر فخر الحق نوری صاحب نے کتاب پر ایک تعارفی نوٹ لکھتے ہوئے کتاب اور صاحب کتاب کے کام کو سراہا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''تدوین کے علاوہ زیر نظر تالیف کے دو اور پہلو بھی لائق تحسین ہیں۔ ایک تو یہ کہ تنویر نے دستیاب مآخذ و مصادر سے استفادہ کر کے میر بہادر علی حسینی کے احوال و آثار خصوصاً نثرِ بے نظیر کے تعارف پر مبنی مفید معلوماتی دیباچہ قلمبند کیا ہے......دوسرا قابل تعریف پہلو یہ کہ تدوین متن کے بعد منتخب الفاظ و تراکیب پر مبنی فرہنگ بھی ترتیب دی ہے......بحیثیت مجموعی زیر نظر تحقیقی و تدوینی کاوش بہت توجہ خیز ہے۔ یہ اس لیے بھی داد و تحسین کی مستحق ہے کہ یہ اس نوعیت کا پہلا کام ہے''۔ 1

تنویر غلام حسین نے میر بہادر علی حسینی کے حالات زندگی پیش کرنے میں محققانہ سعی سے کام لیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب، ''تاریخ اردو ادب (جلد سوم)'' کا حوالہ دیتے ہوئے وہ لکھتی ہیں کہ جالبی صاحب نے میر بہادر علی حسینی کا پورا نام ''میر بہادر علی حسینی ترمذی'' لکھا ہے۔ سید عبد اللہ میر بہادر علی حسینی کے بیٹے تھے۔ حسینی تلاش معاش کے سلسلے میں 1800ء میں کلکتہ آئے اور یہاں فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہو گئے۔ بقول جمیل جالبی حسینی کی زبان کی لٹک اور لہجے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق صوبہ بہار سے تھا۔ اس کی تصدیق ان کی پہلی تصنیف، ''نثرِ بے نظیر'' کی پہلی صورت کے لہجے اور زبان سے ہوتی ہے جو عام کی بولی میں لکھی گئی ہے۔ منشی کریم الدین نے بہادر علی حسینی کو اپنے تذکرہ میں ''ذی قدر شاعر'' قرار دیا ہے۔

میر بہادر علی حسینی کے کالج کے قیام تک حالات معلوم ہیں۔ اس کے بعد وہ کلکتہ میں رہے یا کہیں اور جا کر بود و باش اختیار کی اس کا حتمی علم کسی محقق کو نہیں ہے۔ کالج کے ریکارڈ کے مطابق وہ 4 مئی 1801ء کو 200 روپے ماہوار پر چیف منشی ملازم ہوئے۔ انھوں نے کالج کے لیے درج ذیل چار کتب تالیف و ترجمہ کیں۔

۱۔ نثرِ بے نظیر ۲۔ اخلاق ہندی

۳۔ نقلیات ہندی ۴۔ تاریخ آسام

اس کے علاوہ وہ مولوی امانت اللہ، مولوی فضل اللہ اور کاظم علی جواد کے ساتھ قرآن مجید کے ترجمے میں بھی شریک رہے۔ ان کی تالیف کی ہوئی چاروں کتابیں مرتب ہو چکی ہیں۔ ان میں سے دو ''اخلاق ہندی'' اور ''نقلیات ہندی'' کو ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر عبادت بریلوی نے مدون کر کے شایع کر دیا۔ تیسری کتاب ''تاریخ آسام'' کی تدوین ساجد صدیق نظامی اور ''نثرِ بے نظیر'' کی تدوین تنویر غلام حسین نے کی ہے۔ اس کو میر بہادر علی حسینی کی خوش قسمتی کہا جا سکتا ہے۔ ان کی وفات کے بارے میں محض قیاس آرائیاں ہیں کہ انہوں نے اپنی باقی زندگی کلکتہ میں گزاری اور وہیں وفات پائی۔ تنویر لکھتی ہیں:

> ''میر بہادر علی حسینی کے سال وفات کے حوالے سے تاریخ ادب اردو کے تمام ماخذ خاموش ہیں، دراصل اس دور میں مصنفین اور صاحب علم لوگوں کے ذاتی حالات زندگی جاننے کا زیادہ چلن نہیں تھا صرف کام کو ہی اہمیت حاصل تھی''۔ 2

تنویر غلام حسین نے کتاب کا انتساب اپنے ابو جی ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (مرحوم) اور امی جی عنقا خاتون (مرحومہ) کے نام کیا ہے۔ کتاب کی تقسیم تمہید، حرف آغاز، دیباچہ، تدوین، متن اور فرہنگ جیسے عنوانات میں کی گئی ہے۔ انھوں نے حرف آغاز میں دیباچہ کا مختصر تعارف اور نثرِ بے نظیر کے مخطوطے تک رسائی کا مفصل حال بیان کیا ہے۔ موضوع کے انتخاب میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا ''نثرِ بے نظیر کی تدوین'' کا مشورہ کارآمد ثابت ہوا اور مخطوطے تک رسائی قومی عجائب گھر کراچی کے لائبریرین محمد شاہ بخاری کے توسط سے ہوئی۔ تدوین کا کام اورینٹل کالج یونیورسٹی کے استاد اورنگ زیب عالمگیر کی زیر نگرانی انجام پایا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

دیباچہ میں میر بہادر علی حسینی کے حالات زندگی، تالیفات حسینی اور نثر بے نظیر کا تجزیاتی مطالعہ کے عنوانات کے تحت تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے جن میں مصنفہ نے محققانہ انداز اپناتے ہوئے بہادر علی حسینی کے بارے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی تابقدور کوشش کی ہے۔اس ضمن میں وہ لکھتی ہیں:

''حسینی کے سوانحی حالات کے بارے میں مکمل حد تک جستجو کی لیکن مکمل حالات کسی بھی مستند کتاب یا تذکرے سے معلوم نہیں ہو سکے۔ جہاں تک ممکن ہوئے وہ پیش کر دیے گئے ہیں''۔3

نثر بے نظیر میر بہادر علی حسینی کی پہلی تصنیف ہے اور میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' کا نثری پیکر ہے۔ حسینی نے اس قصے کو دو طرح سے لکھا تھا۔ایک تو گل کرسٹ کی فرمائش پر سادہ اندازِ بیاں اور زبان سے قریب تر کالج کے طلبا کے لیے لکھا۔ دوسرا روپ منتہیوں کے مطالعے کے لیے تھا جس میں محاوروں اور عربی فارسی الفاظ کی کثرت تھی۔

پہلے روپ کا سالِ تصنیف 1215ھ بمطابق 1800ء ہے۔اس کا مخطوطہ ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں ''سوسائٹی کلیکشن'' کے تحت محفوظ ہے۔اس کا حوالہ نمبر ''U-121'' ہے۔اس کی عکسی نقول جمیل جالبی صاحب کے پاس محفوظ ہے اور ان کے خیال میں یہ روپ کبھی شائع ہی نہیں ہوا۔اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر اس کی وضاحت موجود ہے۔

نثر بے نظیر کا دوسرا روپ جو ''موافق محاورہ خاص'' میں لکھا گیا 1218ھ بمطابق 1803ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔اس روپ کو زیادہ ادبی رنگ دینے کے لیے حسینی نے نثر کے درمیان جگہ جگہ اصل مثنوی کے اشعار استعمال کیے ہیں۔اس روپ کے کئی ایڈیشن ہندوستان کے مختلف چھاپاخانوں سے چھپ چکے ہیں۔بنگال میں بھی اس کے کئی ایڈیشن چھپے ہیں۔ 1871ء میں ایچ۔ ایم۔ کورٹ نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے شملہ سے شائع کیا۔

نثر بے نظیر کے دو الگ الگ روپ تیار کیے گئے تھے۔پہلا روپ تو بقول جمیل جالبی کبھی شائع نہیں ہوا۔ دوسرا روپ جو ''موافق محاورہ'' میں لکھا گیا اور 1803ء میں کلکتہ سے اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ تنویر غلام حسین صاحبہ کے پیش نظر اسی مخطوطے کی عکسی نقل ہے جو انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔اس کے دیگر نسخوں کی فہرست مشفق خواجہ (مرحوم) نے ''جائزہ مخطوطات اردو'' میں دی ہے جو درج ذیل ہے:

۱۔ نسخہ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدر آباد دکن

۲۔ نسخہ کتب خانہ ذاتی گارساں دتاسی

۳۔ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری، کلکتہ

۴۔ نسخہ برٹش میوزم، لندن

تنویر غلام حسین صاحبہ کے پیش نظر نسخہ قومی عجائب گھر، کراچی، حوالہ نمبر 398 کے علاوہ 1870ء کا وہ مبیضہ بھی ہے جو انھیں نے ڈاکٹر وحید قریشی (مرحوم) نے عنایت کیا تھا اور جسے تحسین سروری نے نقل کیا۔ یہ مبیضہ اسی معروف ٹائپ میں تھا جو اس وقت کلکتہ میں عام طور پر رائج تھا۔ بقول تحسین سروری یہ مبیضہ 1870ء کے نسخے کی نقل ہے اس کو کالج پریس کلکتہ میں ٹائپ میں چھاپا گیا تھا۔نسخے کی تفصیل کے ضمن میں وہ رقمطراز ہیں کہ:

''1803ء کے نسخے کے سرورق کی عبارت کا ایک ورق آغاز میں الگ سے لگایا گیا ہے۔ یہ صفحہ سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے جو کہ اوسط نستعلیق ہے۔ اس مخطوطے کا سائز 19x13 س۔م ہے۔ اوراق کی تعداد 134 ہے۔ سطور 12 ہیں۔اس نسخے کے پہلے صفحے پر دو مہریں ہیں۔ یہ دونوں مہریں سرخ روشنائی سے لگائی گئی ہیں...... اس سے اگلے صفحے پر حسینی نے مختصر دیباچہ لکھا ہے جس میں انھوں نے نثر بے نظیر کی وجہ سے تالیف بیان کی ہے کہ کیوں کر انھوں نے اس کا دوسرا روپ تیار کیا۔ یہ دیباچہ مختصر ہے''۔4

دیباچہ کے بعد حسینی نے کہانی کی ابتدا کی ہے۔اس مخطوطے کے صفحات ص ا سے لے کر ص 267 تک سرخ روشنائی سے درج کیے گئے ہیں۔ تمام علاماتِ وقف، کہانی کے اندر موجود عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ آخر میں ''فہرست نثر بے نظیر'' دی گئی ہے۔اس میں عنوانات کے آگے جو نمبر درج ہیں وہی مخطوطے کے صفحات پر

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

بھی ہیں اور یہ تمام ورق سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔1870 کے مبیضہ میں کلکتہ میں عام طور پر رائج معروف ٹائپ استعمال کیا گیا ہے۔اعراب کا خاصا اہتمام کیا گیا ہے لیکن یائے معروف وہائے مجہول کا فرق نہیں رکھا گیا ہے۔مولف میر بہادر علی حسینی کے اسلوب کا تجزیہ:

''کہانی کی ابتدا'' سے لے کر ''داستان ماں باپ کے ملنے اور وطن پہنچے بے نظیر معہ بدر منیر کے''میں قدیم طرز نگارش استعمال ہوا ہے۔قدیم اسلوب کی طرح قافیے کا استعمال تواتر سے کیا گیا ہے۔نثر کے بعض جملے پورے کے پورے بحر میں ہیں جس کی وجہ سے نثر میں ایک نرالی خوبصورتی پیدا ہوگئی ہے جیسے

''چوپڑ کی مللب وہ پاکیزہ نہر، جس میں موج زن چشمہ ماہ کی لہر''۔ص77

''قضا کار وہ چودھویں رات تھی اور چاند جلوے لے رہا تھا''۔ ص62

حسینی نے رعایت لفظی کا استعمال بھی کیا ہے۔وہ ایک لفظ کی مناسبت سے دوسرا لفظ کہیں تو شعوری اور کہیں لاشعوری طور پر لے آئے ہیں۔متن میں اس کی مثالیں جابجا ملتی ہیں۔

''اکثر خوبصورت مالنیں بناؤ کیے سونے روپے کے بیلچے ہاتھوں میں لیے، باغ میں پودے لگاتی تھیں اور اپنی اپنی محبت کا کانٹا دلوں میں چبھاتی تھی۔غرض ہر رت میں وہاں ایک بہار تھی اور اس پھلواری میں خزاں کو کبھی نہ بار تھی''۔ص52

فارسی اور عربی الفاظ کی کثرت ہے۔فارسی کا ازبسکہ اور عربی کے القصہ کو بہت زیادہ استعمال کیا ہے۔جیسے:

''ازبسکہ شہزادہ کم عمر تھا۔کچھ سہا پھر کچھ ڈھارس اپنے دل میں باندھ لی''۔ص72

القصہ گردش آسماں سے احوال ایک طور پر کسی کا نہیں رہتا۔ ص103

محاوروں اور کہاوتوں کو نثر سے ملا کر ایک باثروت اسلوب پیدا کیا ہے۔جب فجر ہوئی تو سب مل کر سروں پر خاک اڑانے لگیں اور لہو کے آنسو بہانے......کلی نے غم سے خون جگر پیا، گل نے طمانچوں سے اپنا منہ لال کیا۔ص68

تذکیر وتانیث میں رنگارنگی پائی جاتی ہے۔تشبیہات، تراکیب اور تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔استعاراتی زبان کے استعمال سے نثر کو شاعری سے ملا دیا ہے اور یہ نثر سحر البیان کا پرتو معلوم ہوتی ہے۔نثر میں چند فقروں کے بعد سحر البیان کے اشعار نثر کے حسن میں اضافے کا باعث ہیں۔پنجابی الفاظ کا بعض جگہ استعمال ہوا ہے جو نثر کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔جیسے کدھی، رولا، نبڑی وغیرہ

''اب جوانی نبڑی ہیڑی نمود ہوئی''۔ ص39

''کہو کس جگہ میرا لعل تم نے کھویا اور کس کنویں میں میرے یوسف کو ڈبویا''۔ ص67

''کبھی وہاں رہتی اور کدھی باپ کے یہاں تاکہ یہ احوال کسی پر ظاہر نہ ہو''۔ ص73

میر بہادر علی حسینی نے پنجابی الفاظ کا استعمال کر کے مقامیت کا رنگ پیدا کیا ہے۔مناظر کے بیان میں اشعاراتی زبان کا استعمال کر کے نثر کو شاعری کے ساتھ ملا دیا ہے۔ہر منظر کا بیان بڑھ چڑھ کر کیا ہے۔بدر منیر اور بے نظیر کے حسن کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے ہیں۔بعض تراکیب، تشبیہات واستعارات ایسے استعمال کیے ہیں جو اب تک استعمال ہوتے ہیں۔بعض الفاظ ایسے ہیں جو اب شاذ ہی استعمال ہوتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی تفہیم لغت کے بغیر ممکن نہیں۔ایسے تمام الفاظ کے استعمال کے باوجود حسینی کی نثر رواں ہے اور یہ اردو کے ابتدائی دور کی بہترین مثال ہے۔اب تک کی تحقیق کے مطابق اس نسخے کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

تدوین متن کے لیے تنویر صاحبہ کے پاس دو نسخے تھے۔ایک تو 1803ء والے نسخے کی عکسی نقل جو نثر بے نظیر کا دوسرا روپ تھا۔دوسرا ڈاکٹر وحید قریشی کا عنایت کردہ وہ مبیضہ جو 1870ء کے ایک خطی نسخے سے تحسین سروری نے تیار تھا۔تنویر صاحبہ نے 1870ء کے نسخے کو اساس بناتے ہوئے اس کا متن حوض میں لکھا ہے اور اس کا تقابل 1803ء والے نسخے کی عکسی نقل سے کیا ہے۔نسخوں کا فرق تقابلی حواشی میں دکھایا گیا ہے۔1803ء والے عکسی نسخے کی نسبت 1870ء والے نسخے کی قرات کرنا آسان ہوگا جو انھوں نے 1870ء کے نسخے کو تدوین کی اساس بنایا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر فخر الحق نوری صاحب لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

''اس نے تدوین کے بنیادی قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں نسخوں کا تقابل کیا ہے اور عبارت میں قابل ترجیح قرأت اختیار کر کے درست متن کی بازیافت کا عمل مکمل کرنے کی سعی کی ہے اور علاوہ ازیں حواشی میں اختلاف نسخ کے اندراج کا اہتمام بھی کیا ہے جسے دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ تنویر کی کم و بیش تمام ترجیحات منشائے مصنف کے مطابق ہیں''۔5

تدوین کا عمل ایک فن ہے اور اس کا علم ایک سائنس۔تدوین تحقیق کے فن کا وہ شعبہ ہے جو علمی و ادبی ستون کو ان کی اصلی و حقیقی حالت میں مصنف کی انشاء اور منشا کے مطابق بحال کرنے اور ان کی بازیافت میں مصروف کار ہے۔تدوین کے چھ مراحل ہیں۔ان ہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے نثر بے نظیر کا تدوینی جائزہ لیا جائے گا۔

۱۔ فراہمی متن ۲۔ ترتیب متن ۳۔ تصحیح متن

۴۔ تحقیق متن ۵۔ تنقید متن ۶۔ حواشی/تحشیہ نگاری

مقدمہ، فرہنگ، تعلیقہ اور ضمیمہ اس کے علاوہ ہیں جن کی موجودگی تدوینی عمل کی اہمیت کو بڑھا دیتی ہے۔

تنویر غلام حسین صاحبہ نے جس متن کی تدوین کی وہ منشور صورت میں تھا۔ایک 1803ء کے قلمی نسخے کی عکسی نقل تھی اور دوسرا 1870ء کے خطی نسخے کا مبیضہ تھا۔گویا متن غیر مطبوعہ تھا۔سن تصنیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ متن مصنف کے عہد کا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اس کی قرأت میں زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہو گا۔مدونہ نے مصنف کے تلفظ اور املا کو محفوظ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور متن کو ضرورتاً اپنے عہد کے املا اور تلفظ کے مطابق کر دیا ہے۔وہ دیباچہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

''بعض مقامات پر ''وہ'' کو (ہندی کے مطابق) جمع کے صیغے کے لیے ''وے'' لکھا گیا ہے۔لیکن تمام مخطوطے میں یہ طریقہ رائج نہیں کیا گیا بلکہ کہیں کہیں ایسا خط نظر آتا ہے...... مخطوطے کی آخری سطور میں اس کی مثال دیکھی جاسکتی ہے:

''جیسے کہ وے شاد ھوئے ھم بھی شاد ھوں جیسے کہ وے آباد ھوئے ھم بھی آباد ھوں''

ان سطور کو جدید املا کے لحاظ سے یوں کر دیا گیا ہے:

جیسے کہ وہ شاد ہوئے ہم بھی شاد ہوں جیسے کہ وہ آباد ہوئے ہم بھی آباد ہوں''۔ 6

مدونہ نے دو نسخے 1803ء(عکسی نقول) اور 1870ء(خطی نسخے کا مبیضہ) استعمال کرتے ہوئے متن کو ترتیب دیا ہے۔پہلا نسخہ 1803ء قومی عجائب گھر کراچی کے کتب خانہ سے بذریعہ سی ڈی دستیاب ہوا اور دوسرا ماخذ ڈاکٹر وحید قریشی (مرحوم) کے زاتی کتب خانہ سے حاصل شدہ مبیضہ ہے۔1803ء کے نسخے کی سی ڈی میں جو صفحات موجود نہیں تھے انہیں قوسین کے ذریعے نمایاں کر دیا گیا ہے اور جو لفظ 1870ء کے نسخے میں چھوٹ گئے ہیں انہیں واوین میں لکھ کر 1803ء والے نسخے کی مدد سے مکمل کیا گیا ہے جسے صفحہ نمبر 39 پر عبارت [جانا زندگی کا جانا ہے.................. سے شروع ہو کر صفحہ نمبر 40 پر موجود شعر کہ بر آسماں نیز پرداختی] پر ختم ہوتی ہے۔وضاحت کرتے ہوئے تنویر لکھتی ہیں:

''مجھے نثر بے نظیر 1870ء کے مخطوطہ کا مبیضہ بھی عنایت کیا جسے تحسین سروری نے تیار کیا تھا اور فرمایا کہ اب ان دونوں نسخوں کو پیش نظر رکھ کر متن مرتب کروں۔یوں نثر بے نظیر کے دونوں نسخوں کو مدنظر رکھتے ہوئے (بنیاد 1870ء کے نسخے کو بنایا گیا ہے) متن کی تدوین کی گئی ہے''۔7

اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) سادہ طریقہ (۲) Best Text Method (۳) قیاسی تصحیح

مدونہ نے سادہ طریقہ استعمال کیا ہے جو مولوی عبدالحق اور مالک رام استعمال کرتے تھے کہ ایک نسخے کو بنیاد بنا کر اس کی عبارت حوض میں لکھتے جائیں اور اگر عبارت میں اختلاف ہو تو اسے حواشی میں نیچے دکھا دیں۔اسے اختلاف نسخ کہا جاتا ہے۔اس مخطوطے میں ترک پار کاب کی بھی خصوصیت موجود تھی۔رکاب اور صفحہ نمبر دونوں کا اہتمام تھا۔رموز و اوقاف اعراب اور علامات کے حوالے سے 1803ء والے نسخے میں قدیم طرز تحریر استعمال کیا گیا تھا۔یعنی رموز و اوقاف کا خیال نہیں رکھا گیا۔ہائے مخلوط کو لازماً دو چشمی ھ سے لکھا گیا۔علامات کی بھی کچھ زیادہ پابندی نہیں برتی گئی۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

’’بعض جگھوں پر ک اور گ کے فرق کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے اور بعض جگھوں پر گ کے لیے ک کے اوپر تین نقطے ڈال دیئے گئے ہیں مثلاً ’’ک‘‘۔ اسی طرح ’’ٹ‘‘ کے لیے ’’ت‘‘ کے نقطوں پر چھوٹا سا خط لگایا جاتا تھا۔ یہی اصول اس مخطوطے میں بھی نظر آتا ہے۔ ’’ڈ‘‘ کے لیے ’’د‘‘ پر ویسا ہی خط ’’ڑ‘‘ کے لیے ’’ر‘‘ پر ویسا ہی خط نظر آتا ہے‘‘۔ 8

کوئی سنگیت کے علم میں طاق برم جوک (اصل لفظ جوگ) ص46

پژمردہ ہی رھتا آتھ پہر (پژمردہ ہی رہتا آٹھ پہر) ص39

ساٹھ ساٹھ برس کی عمر میں لوگوں کے ہاں اولاد ہوئی ہے (ساٹھ ساٹھ) ص40

اس سے مراد ہے کہ حق بات تک پہنچنا۔ حقیقت تلاش کرنا۔ تنویر صاحبہ نے نسخوں کی تحقیق کے ساتھ ساتھ متن کی تحقیق کرنے کی بھی کوشش محققانہ ایمانداری سے کی ہے۔ متن میں جابجا اس کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسے اکثر جگھوں پر لفظوں، مصرعوں اور شعروں کے فرق کا تلاش کر کے اصل متن جو منشائے مصنف کے مطابق تھا دیا ہے:

	متن	1803ء	1870ء	ص نمبر
ا۔	لالہ	لالہ	لالی	107
۲۔	طبلوں	طبلوں	طلبوں	106
۳۔	مصرعہ	یہ ہو بیٹھے الفت میں اس کی فقیر	ہوا غم میں جوگن کے یہ بھی فقیر	119

۴۔ اس پر جوہرات کی یہ پھبن (۱) ہر ایک عدد چمک (۲) شعلہ طور تھا اور حسن اس کا عالم نور

1803ء کے نسخے میں لفظ پھبن درج ہے اور چمک میں شعلہ طور درج ہے۔ ص60

متن کی تنقید سے مراد کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کرنا ہے۔ متن میں تحقیق ہو جائے اور چھان پھٹک ہو جائے تو اس کے مطالعہ اور تجزیے کا مرحلہ آتا ہے اور تدوین کرنے والا اپنے متن کا خود تجزیہ کرتا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتی ہیں کہ :

’’دونوں نسخوں میں جن الفاظ میں ردوبدل ہے یعنی اگر ۱۸۰۳ء کے نسخے میں کوئی لفظ مثلاً میں، صاحب یا جلدی وغیرہ درج ہیں اور ۱۸۷۰ء کے مبیضہ میں حذف کر دیے گئے ہیں یا کاتب سے چھوٹ گئے ہیں۔ اسی طرح ۱۸۷۰ء کے مبیضہ میں کئی الفاظ ۱۸۰۳ء کے نسخے سے اضافی ہیں تو ان کی نشاندہی فٹ نوٹ میں حواشی کے ذریعہ کر دی گئی ہے تاکہ دونوں کا تقابل کیا جا سکے‘‘۔9

اس کا ہر مکان جنت کا نمونا (دونوں نسخوں میں نمونا اسی طرح درج ہے) ص49

جو قطع اس کے ہاتھ کا تھا سر ورق بہار تھا۔ (دونوں نسخوں میں قطعہ کو قطع لکھا ہے) ص54

اس طرح کی متعدد مثالیں متن میں موجود ہیں۔

تصحیح متن اور ترتیب متن کا اہم جز حاشیہ نگاری ہے۔ تنویر صاحبہ نے نسخوں کا تقابل کر کے دونوں نسخوں میں قرأت، عبارت، مصرعوں اور شعروں کا فرق تقابلی حواشی سے ظاہر کیا ہے۔ تلمیات، استعارات اور اصطلاحات کی وضاحت نہیں کی گئی۔ متن کے تقریباً ہر صفحہ پر اس کی مثالیں موجود ہیں۔

تنویر غلام حسین نے اٹھارہ (18) صفحات پر مشتمل مفید اور معلوماتی دیباچہ لکھا ہے۔ جس میں مصنف بہادر علی حسینی کے حالات زندگی تالیفات، موضوع کا تعارف، حسینی کا اسلوب، تدوین کے دوران استعمال ہونے والے نسخوں کا تعارف دیا ہے۔ نیز یہ بھی بتایا ہے کہ نسخہ کس خط میں تھا اور اس کو کس طرح پڑھا گیا۔ اس میں تدوین کے طریقہ کار کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

تدوین من کے بعد منتخب الفاظ و تراکیب پر مبنی ستائیس صفحات کی فرہنگ دی گئی ہے جس نے متن کو قابل فہم بنا دیا ہے اور اس کی اہمیت وافادیت میں اضافے کا باعث ہے۔

میر بہادر علی حسینی کے مختصر دیباچے کے خطی نسخے کا عکس کتاب کے آخر میں لٹکایا گیا ہے۔تدوین میں استعمال ہونے والی کتابیات اور لغات کا اہتمام بھی کتاب کے آخر میں نظر آتا ہے۔

مجموعی طور پر تنویر غلام حسین کی تدوین تسلی بخش ہے۔اسے مکتب کی کرامت اور ان کے والد صاحب (مرحوم) کا فیضان نظر کہا جاسکتا ہے کہ تنویر صاحبہ نے نہ صرف تدوین جیسے کٹھن راستے کا انتخاب کیا بلکہ متن کی وضاحت میں محققانہ ایمانداری کا ثبوت بھی دیا ہے۔اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ نثر بے نظیر تدوین کا عمدہ نمونہ ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ تنویر غلام حسین، مرتبہ: نثر بے نظیر از میر بہادر علی حسینی، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2012ء، ص9
۲۔ ایضاً ص20 دیباچہ
۳۔ ایضاً ص11 حرف آغاز
۴۔ ایضاً ص28،29 دیباچہ
۵۔ ایضاً ص9 تمہید
۶۔ ایضاً ص30،31 دیباچہ
۷۔ ایضاً ص13، حرف آغاز
۸۔ ایضاً ص30، دیباچہ
۹۔ ایضاً ص28، دیباچہ